

علم دین کے تقاضے اور ذمہ داریاں

حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ

بانی: دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

دنیا میں اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات لا تعداد و لا تحصى ہیں، سب سے بڑی نعمت جو خداوند تعالیٰ نے ہم پر کی ہے، وہ نعمت ہے حصول علم و تعلیم کی، آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے سب سے پہلے جو وحی ارشاد فرمائی ہے، وہ یہ ہے:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ پڑھو اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا ہے، بنایا آدمی کو جسے ہوئے لہو سے، پڑھو اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم نے، سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم یہ ہے کہ اے پیغمبر تو قرأت کر اس سے معلوم ہوا کہ علم کی نعمت مہتمم بالشان نعمت ہے، وحی متلوکا پہلا جملہ اور کلمہ اقراء ہے، شریعت کے بہت سے احکام مہتمم بالشان ہیں، جیسے توحید کا مسئلہ جو سب سے اہم ہے، یا نبوت و رسالت کا مسئلہ اسی طرح عبادت و اطاعت خداوندی، تیسرے درجے میں اچھے اخلاق، چوتھے درجے میں حقوق انسانی کی ادائیگی، اسی طرح ہزار ہا احکامات ہیں جن کی اہمیت بجائے خود ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم اور پہلی وحی اقراء ہے، یعنی پڑھا اے پیغمبر، قرأت کا حکم دیا، جس کا معنی ہے پڑھنا، پہلا حکم تعلیم و تعلم کا دیا، اور یہ قاعدہ آپ کو معلوم ہے کہ حکم کا تعلق جب کسی وصف سے ہو جائے تو وصف منشاء اور علت ہوتا ہے اس حکم کے لئے، گویا قرأت سے جو مایوسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، ”ما نانا بقاری“ کہ میں پڑھا ہوا نہیں تو اس مایوسی کا ازالہ پروردگار جل شانہ نے ”اقرا باسم ربك الذي خلق الانسان من علق اقراء ربك الاكرم“ سے کیا کہ وہ رب جو نیست سے ہست کرنے والا ہے جس نے انسان کو نجد خون سے احسن تقویم پر پہنچایا ہے، وہ غیر قاری کو قاری بلکہ سید القراء بنا سکتا ہے، اس کی شان اگر میت پر نظر کرتے ہوئے قرأت فرمائیں، تو انسان کی تخلیق کا منشاء

شان ربوبیت اور فرائد کا منشاء شانِ الرمیت ہوا۔

لطف یہ کہ ربك الكرم نہیں فرمایا بل کہ ربك الاكرم فرمایا، تو گویا شانِ ربوبیت کا تقاضا تخلیق ہے اور شانِ اکرمیت کا تقاضا تعلیم ہے، علم دینے کا منشاء وہ شانِ ربوبیت ہے جو اکرمیت سے موصوف ہے، پس اکرم جو انعام دیتا ہے وہ شانِ اکرمیت کے مطابق ہوگا اور وہ انعام یہاں علم ہے تو معلوم ہوا کہ علم کی نعمت ایک ہمہم باشان نعمت ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خلعت نیابت اور خلافت ارضی کا منصب دیا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا، تو قرآن مجید نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ یہی فضیلت علمی تھی کہ جس کی وجہ سے فرشتوں پر انہیں فضیلت دی گئی اور فرشتوں سے کہا گیا: ﴿اسجدوا لآدم﴾..... سجدہ کرو آدم علیہ السلام کی طرف۔

اب اس کی تاویل جو بھی آپ کریں، معبود ذاتِ خداوندی تھا، مگر مسجود الیہ یعنی قبلہ اور رخِ سجدہ تو ذاتِ آدم ہی ہوا، فرشتوں نے عرض کیا: ﴿انجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفلک الدماء﴾..... یارب! آپ زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرتے ہیں جو شر و فساد پھیلانے کا اور خون بہانے کا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿انی اعلم ما لا تعلمون﴾..... میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اور امتحان کا ایک موقع اس کے بعد مقرر فرمایا، فرشتوں سے اشیاء کی خاصیات اور نام پوچھے اور حضرت آدمؑ سے بھی، فرشتوں نے اپنی عجز و کم علمی کا اعتراف کیا۔ ﴿سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم﴾..... پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہم کو سکھایا بیشک تو ہی ہے اصل جاننے والا حکمت والا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اہل علم کی قدر و منزلت:..... اس وقت ہمیں یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ اہل دنیا کی نظروں میں اہل علم کی کیا وقعت ہے یا وہ ہمیں حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، بلکہ اس کو دیکھنا ہے کہ اللہ و رسول کے نظریں میں اہل علم کا کیا رتبہ و مقام ہے، گو ہمارا طبقہ عوام کی نظروں میں حقیر ہو جائے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس زمرہ پر انعامات کی بارشیں ہوتی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میری عمر پندرہ سولہ برس کی تھی، اپنے والد مکرم کے ساتھ حج کرنے گیا، غالباً منیٰ کے میدان میں دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک معرخص کے ارد گرد حلقہ بنائے بیٹھے ہیں، میں نے باپ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے، اس نے کہا کہ یہ عبد اللہؓ، رسول اللہؐ کے صحابی ہیں اور حضورؐ کی احادیث سناتے ہیں، مجھے بھی ان سے حدیث سننے کی خواہش ہوئی، والد صاحب مجھے ساتھ لے گئے، جب وہاں پہنچے تو عبد اللہ بن جریہؒ یہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ ”جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تفقہ فی الدین حاصل کرے، اللہ تعالیٰ اس کو فکر و رزق سے مستغنی کر دیتا ہے“، یہ پہلی حدیث تھی جو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنی، جو حرف بحرف

علم کی ظاہری برکات:..... اس پُر فتن دور میں جب آپ لوگ مدرسے سے باہر نکلیں تو معلوم ہوگا کہ لوگ اگرچہ تمہیں بری نظروں سے دیکھتے ہیں، اور تم کو زائد دے کار سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ کسی کام کے نہیں، لیکن الحمد للہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ علم کے صحیح طلب گار بنائے، اور فقہائے دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے، ہم جو صرف رسمی اور ظاہری تفقہ فی الدین کی راہ پر جا رہے ہیں، اس کی بھی اتنی برکت ہے کہ یہ طبقہ سب سے زیادہ فارغ البال ہے، جسے روزی کمانے کے لئے نہ مل جو تنے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، نہ کھیتی باڑی نہ مزدوری اور نہ بار برداری کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں، بلکہ پوری بے فکری اور راحت سے تمہیں پکا پکا یا رزق ملتا ہے، باقی لوگ ایک ایک نوالہ اور ایک وقت پیٹ بھرنے کے لئے شب و روز محنتوں اور مزدوریوں میں سرگردان رہتے ہیں، مگر یہ ہمارا زمرہ مساکین اس دور زوال میں بھی جبکہ لوگوں کی نظروں میں کانٹوں کی طرح چھپتے ہیں، سب سے زیادہ فارغ البال اور مطمئن ہے، یہ اسی حدیث کی صداقت ہے جو امام ابو حنیفہؒ نے سنی اور بیان فرمائی، علماء کے اس زمرہ میں شامل ہونا اور تعلیم و تعلم کی توفیق، اللہ کی طرف سے بڑی نعمت ہے، تخلیق اور پیدائش کی نعمت تو مشترک نعمت ہے، جو نباتات، حیوانات، جمادات، فلکیات اور دیگر عناصر اور سب مخلوق میں پائی جاتی ہیں، مگر انسان کا مابہ الا تیار علم الانسان مالم یعلم ہے، ہم سب موجودات ہیں، موجود خداوند تعالیٰ ہے، وجود اثر ربوبیت ہے، الحمد للہ رب العالمین، وجود اسی شان ربوبیت کا مظہر ہے، جو مشترک ہے مگر علم امتیازی چیز ہے، جو شان اکرمیت کا مظاہرہ ہے، اسی کی بدولت ہمارے جد امجد کو خلافت ارضی کی نعمت ملی، یہی وہ نعمت ہے کہ طالوت کے متعلق جب قوم نے اعتراض کیا کہ یہ مفلس ہے، حکومت چلانے کے لائق نہیں، تو جواب ملا کہ حکومت کے لائق تو صرف یہی ہے اور وجہ بتلائی ﴿وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ﴾ کہ مدار حکومت علم ہے نہ کہ مال و دولت، علم کو اول ذکر کیا کہ حکومت کا منشاء علم ہے، جسم یعنی فوجی طاقت کو بعد میں ذکر فرمایا، نیابت خداوندی کا منشاء بھی علم ہے، جس کے لئے ہم اور آپ نے خود کو دینی مدارس میں مقید کر دیا ہے، یہ محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم ہے، ہمارا کمال نہیں، بعض دیہاتی اور گنوار لوگ جو اپنے اسلام لانے کو حضورؐ پر جتلیا کرتے تھے، ان کے بارے میں حضورؐ گوار شاد ہوا:

﴿يَمْنُونَ عَلَيْكَ اِنْ اسْلَمُوا قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ اِسْلَامُكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمْنُ عَلَيْكُمْ اِنْ هَدَكُمُ لِلْاِيْمَانِ﴾ (پ ۲۶:..... آپ ان دیہاتیوں کو کہہ دیجئے کہ آپ اسلام لانے کو، ہم پر نہ جتلائیں کہ اللہ کا تمہارے اوپر احسان ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی توفیق دی۔

پاکستان کے چدرہ کروڑ مسلمان یا روئے زمین کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں میں سے کسی کو اس کام کے لئے منتخب کرنا اسی کی عنایت اور مہربانی ہے، ہمیں چاہئے کہ ہر وقت سربسجود رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے والدین

اور رشتہ داروں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ ہم کو زمینداری، صنعت و حرفت، تجارت و مزدوری اور اپنی خدمت کی بجائے علم میں لگا دیا، قال اللہ اور قال الرسول سیکھنے کے لئے بھیجا اور قرآن اور حدیث کے سامنے ہمارے زانوتہ کرائے۔

میں آپ کو کیا عرض کروں، حرص اور لالچ کا تو علاج نہیں، ورنہ علم کی وجہ سے ہمیں دنیا کی آسودگی بھی حاصل ہے، ہمارے کپڑے عوام سے اچھے ہیں، ہمیں پانچ وقت صفائی کا موقع ملتا ہے جو اوروں کو نصیب نہیں، ہمیں اوروں سے زیادہ آرام و راحت میسر ہے، کسی کا ایک مہمان بھی اگر دوسرے دن رہے تو سگابھائی کیوں نہ ہو اس کی خدمت سے تنگ ہو جاتا ہے، مگر ہم ہر وقت اللہ اور اس کے رسول کے مہمان ہیں اور اس نے اپنے بندوں میں علماء و طلباء کی خدمت کے لئے ایسے لوگ پیدا کئے جو تمہاری خدمت اپنے اوپر انعام خداوندی سمجھتے ہیں، تمہاری ضروریات پورا کرتے ہیں، وہ اپنے بچوں سے تمہیں زیادہ محبت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، یہ برکت ہے علم کی۔

علم کے لئے اذعان و یقین ضروری ہے:..... بہر تقدیر اب اتنا عرض کروں کہ اس نعمت خداوندی کا شکر ادا کرنا اور قدر کرنا ضروری ہے، علم کے لئے اس کی ضرورت ہے، کہ جو چیز ہم کتابوں اور اساتذہ سے سیکھیں اس پر ہمارا اذعان و یقین ہو، ایک تو صرف رسم ہے کہ بعض لوگ علم سیکھتے ہیں، یا باپ دادا عالم تھے تو اس لئے میں بھی علم حاصل کروں اور ایک طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ پڑھا جائے اس پر دل مطمئن ہو اور یقین و اذعان ہو کہ یہ درست ہے۔

بھائیو! علم کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ قلب و روح اور رگ و ریشہ میں رچ بس جائے اور یہ کہ اس میں جس ثواب و عقاب کا ذکر ہے اور جو وعد و وعید ہے وہ یقیناً مرتب ہونے والا ہے، اور اگر یہ حالت نہ ہو تو علم فائدہ نہ دے گا۔ طالب علم کی تین قسمیں:..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وحی کی مثال بارش کی طرح ہے کہ اس سے دل اور بارش سے زمین زندہ ہوتی ہے، زمین تین قسم کی ہوتی ہے، ایک وہ زمین جس نے اپنے اندر پانی جذب کیا، چند دن کے بعد سبزہ اور پھول ترکاری قسم قسم کے باغات اگائے، زمین سرسبز و شاداب بن گئی، جیسے ہمارے علاقے کی سنگلاخ زمین کو گویا وادی غیر ذی زرع ہے، پچھلے دنوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش ہوئی، زمین نے پانی جذب کیا، اب ہر طرف سبزہ اور بہار ہے۔

دوسری قسم وہ زمین ہے جس نے پانی کو جذب نہ کیا، مگر پانی کو محفوظ کیا، نیچے کی تہہ سخت ہے، پانی جذب نہیں کرتی اور چونکہ وہ زمین پست ہے اور گڑھا ہے اور پستی تو اضع کی علامت ہے، اب اگرچہ اس سے سبزہ نہ اگا، مگر مخلوقات کو فیض پہنچ رہا ہے، سب چند پرند حیوانات آ آ کر اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں، پانی لے جاتے ہیں۔

تیسری قسم وہ زمین ہے جس نے نہ پانی جذب کیا اور نہ پانی کو محفوظ رکھا، جیسے پہاڑ اور ٹیلے وغیرہ بلکہ ادھر بارش ہوئی اور ادھر سارا پانی بہہ کر ضائع ہو گیا۔ تو وحی میں حیات کا مادہ ہے، اس کے طالب بھی تین قسم کے ہیں، ایک طالب وہ ہے

کہ علم کی راہ میں گھر سے نکلا، بے نمازی تھا، داڑھی منڈا تھا، خلاف سنت کام کرتا تھا، مدرسہ میں آکر چند دن میں بدل گیا، اب اس پر اعمال صالحہ، اتباع سنت، عاجزی اور تواضع کے پھول اور چہرہ پر سنت نبوی کا سبزہ آگ آیا، اب لوگ اسے دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ اس کی بد اخلاقی، درشت کلامی، سب و شتم اور بد علی کا یک کیسی بدل گئی، یہ وہ طالب علم ہے جس نے علم کی بارش کو اپنے اندر جذب کیا۔ بعض ایسے طلبہ بھی ہیں کہ جنہوں نے علوم و معارف جمع کئے اور اب ان کو اوروں تک پہنچاتے ہیں، گو خود زیادہ فائدہ نہ اٹھایا مگر دنیا کو فائدہ پہنچایا۔

تیسری قسم وہ ہے کہ نہ خود علم حاصل کیا، نہ اوروں تک پہنچایا، چٹیل میدانوں اور بنجر زمین اور ٹیلوں کی مانند ہیں کہ نہ علم کو جذب کیا اور نہ اوروں کے لئے محفوظ کیا، صحیح معنوں میں علم حاصل کرنے والے بہت کم ہیں، الحمد للہ بعض ایسے بھی ہیں کہ علم اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور اس کی خوشنودی کا راستہ معلوم ہو، مگر قلیل ماہم۔

علم کی اولین شرط صحیح نیت ہے..... علم کی تحصیل میں اولین اور اہم چیز نیت ہے، ایک آدمی جب ایک کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے عزم اور نظریہ پہلے سے بناتا ہے، مقصد متعین کرتا ہے، اگر یہ نیت ہو کہ آگے قبر، حساب کتاب کا مرحلہ ہے، خدا کے ہاں پیشی ہونی ہے اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے اس کی مرضیات کا حصول ضروری ہے اور رضا کے حصول کے لئے علم ہی ذریعہ ہے، اب اگر پہلے سے علم اور اپنی زندگی کا مقصد متعین کر دے تو اس کا درجہ غازی اور شہید کے برابر ہے، شہید وہ ہے جس کا ایک نظریہ عقیدہ اور عندیہ ہو اور لوگ اس کے نظریہ اور عقیدہ کی مخالفت کرتے ہوں مگر یہ اس کی صداقت پر مطمئن ہوتا ہے کہ سر جائے تو جائے مگر اس نظریہ کے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، اس کا تعلق دل سے ہے، یہ دل میں رچ جاتا ہے۔

مقصد کی خاطر قربانی..... آپ کو صحابہؓ کے واقعات معلوم ہیں اور پڑھنے کے دوران بھی معلوم ہوتے جائیں گے، حضرت جعفر طیارؓ کا ایک نظریہ تھا کہ زندگی کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور اعلاء اسلام ہے، میدان جنگ میں اسلام کا جھنڈا بلند کئے ہوئے ہیں، کافروں نے تلوار سے ہاتھ کاٹا، دوسرے ہاتھ سے جھنڈا تھام لیا کہ گرنے نہ پائے، دوسرا ہاتھ کاٹا گیا، تو کہنیوں سے پکڑ کر سینہ سے لگا لیا اور مرتے دم تک گرنے نہ دیا، کافروں نے تلواروں سے شہید کیا تو گر پڑے، کتابوں میں ہے کہ حضرت جعفرؓ کے دانت جھنڈے میں پھنس گئے تھے اور بمشکل جھنڈا ان کے دانتوں سے الگ کیا گیا، ان حضرات کا ایک عقیدہ تھا، اور اس پر اذعان تھا، کفار اس نظریہ کے مخالف تھے، مگر ان میں جب تک جان باقی تھی وہ اس کا تحفظ کر رہے تھے، یقین تھا تب تو عمل بھی ایسا پیش کیا۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ آج کل (۱۳۸۴ھ کی بات ہے) ہندوستان کے جنوبی حصوں میں زبردست گڑ بڑ ہے، کالجوں کے طلبہ وغیرہ حکومت سے لڑ رہے ہیں، حکومت ہندی زبان رائج کرنا چاہتی ہے، اور وہ علاقائی زبانیں

چاہتے ہیں، اپنے اس نظریہ کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں اور برسرِ راہ اپنے آپ پر تیل ڈال کر آگ لگا لیتے ہیں اور جل جاتے ہیں، اپنی جان ہلاک کر رہے ہیں، مگر اپنا عندیہ چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے، اسی طرح پچھلے دنوں چین کا وزیرِ اعظم کراچی آیا ہوا تھا، اس کے استقبال میں استقبالِ دروازے لگائے گئے تھے، چین کی کاغذی جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں، کہیں ایک کاغذی جھنڈا راستہ میں گر پڑا تھا، چینی وزیرِ اعظم کی نظر پڑی تو ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں لپک کر اسے اٹھایا، بوسہ دیا اور سیکرٹری کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ میں کیسے برداشت کر سکتا ہوں کہ چین کا جھنڈا زمین پر پڑا ہو، ان قوموں کی عجیب زندگی ہے، دنیا کو بتلاتے ہیں کہ ہمارا ایک نظریہ ہے، ہم اس کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔

تو ہمارا بھی ایک عقیدہ ہے، ایک مسلک ہے، ایک پیغام ہے، ساری دنیا اور ماحول اس کی دشمن ہے، کفار کو تو چھوڑیے، اکثر مسلمان بھی اس پیغام قرآن و سنت کو نہیں چاہتے، ہمارے طلبہ کا یہ زمرہ اگرچہ بے وسیلہ، بے آسرا اور بے سر و سامان ہے، مگر اسے اس نظریہ کی حفاظت و اشاعت کے لئے جان کی بازی لگانا ہے، ہر قسم کی قربانی دینی ہے، ہندوستان میں انگریزوں کے دورِ اول میں بہت سے علماء شہید ہوئے، برسرِ راہ سینکڑوں کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔

دین کے لئے ہمارے اکابر کی قربانیاں:..... ہمارے اکابر نے قربانیاں دیں، ان ہی حالات میں ہمارے شیخ انیسویں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے انار کے ایک درخت کے نیچے دین کی حفاظت کا کام شروع کیا، نگرین اسلام کو یہاں سے ختم کرنا چاہتا تھا اور جس طرح اندلس اور سمرقند و بخارا میں مسلمانوں کا حشر ہوا وہی حالت یہاں بھی دہرانا چاہتا تھا، مگر ہمارے یہی اکابر میدان میں آئے اور وہ سمجھ رہے تھے کہ دین کی حفاظت کی یہی ایک صورت ہے، ان کے پاس وسائل و ذرائع نہیں تھے مگر محض اللہ کے بھروسہ پر کام کا آغاز کیا، آج جو کچھ بھی ہے، اسی اخلاص اور قربانیوں کا ثمرہ ہے۔

ہم خود اپنی ضعف اور کمزوری پر نظر ڈالتے ہیں تو اپنے حال پر ہنس آ جاتی ہے، وہ مشہور مثل ہے کہ کیا پدی اور کیا پدی کا شور بہ، ایسے دور میں ہم جیسے کمزور دین کی کیا خدمت کر سکیں گے مگر اللہ نے دین کا ایک کام شروع کر لیا اور اپنی امداد و فضل و کرم سے دیکھ کر کہیں، ہم الحمد للہ دنیا کے مقابلہ میں ایک نظریہ قرآن و حدیث کا رکھتے ہیں اور یہ دین جس شکل میں ہمیں سلف صالحینؒ سے پہنچا ہے، یہ امانت ہمیں اسی شکل میں سیکھنی ہے، اوروں تک پہنچانی ہے، نہ صرف زبان سے بلکہ عمل و کردار سے بھی اس کا دنیا کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے، اگر عمل و کردار نہ ہو تو زبان سے کچھ نہ بنے گا، چین کا وزیرِ اعظم تو کاغذی جھنڈا زمین پر نہ برداشت کر سکے اور ہم حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے دعویدار بن کر سنت کا جھنڈا (داڑھی) کتر واکر زمین پر گندے بول و براز کے نالوں میں پھینک دیں، حضرت جعفر طیارؒ نے تو مرتے وقت بھی دانتوں سے جھنڈے کو مضبوط پکڑے رکھا، اور ہم ایک ایک سنت کو مثلاً دیکھ کر خاموش رہیں؟.....

علم کے ساتھ عمل کی ضرورت:..... جبکہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے لئے ساری دنیا سے انقطاع کر لیا اور اس کی حفاظت کے لئے دنیا کو پس پشت ڈال دیا تو ضروری ہے کہ اس علم پر ہمارا یقین و اذعان ہو، عمل ہو، اگر آپ مزدوری کرتے تو ستر اسی روپے کماسکتے تھے، زمینداری تجارت کر سکتے تھے، یہ سب کچھ چھوڑنا ایک عظیم مقصد کی خاطر ہے، یہ نہ سمجھیں کہ بس ہمارا کام پڑھنا ہے اور عمل کرنا عوام کا کام ہے، جیسے ہندوستان میں ایک بمؤذن تھا، اذان دے کر اپنے جوتے اٹھا لیتا اور مسجد سے باہر چلا جاتا، لوگوں نے دریافت کیا کہ اذان دے کر کہاں چلے جاتے ہو، نماز نہیں پڑھتے، کہا ہم تو صرف بانگی (مؤذن) ہیں، نمازی اور آئیں گے۔

اگر یقین و اذعان ہو تو ضرور عمل بھی درست ہوگا، یہ ناممکن ہے کہ ایک جگہ بچھو اور سانپ کا یقین ہو اور پھر بھی کوئی وہاں ہاتھ ڈالے، اگر قیامت اور عذاب و حساب پر ایسا یقین آجائے تو زندگی ضرور اس علم کے مطابق بنے گی، اگر یہ چیز نہ ہو اور تذبذب ہو اور علم و عمل میں مطابقت نہ ہو تو اسی وقت اس راہ کی گاڑی روک دینی چاہئے، اور اپنے نفس کو کھنا چاہئے کہ بیکار کوشش سے کیا فائدہ اس کی بجائے تو گھر جا کر والدین کی خدمت کرنی چاہئے زندگی کے اور اور راستے اختیار کرنے چاہئیں۔ تبلیغ و انداز:..... زندگی کو اس علم کے مطابق بنانے کے بعد ہمارا دوسرا فریضہ اوروں کو تبلیغ و انداز کرنے کا ہے، تنفق فی الدین حاصل کرنے کے بعد سب سے اہم کام یہی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَلْيَسْلُوا لِنَفْسِهِمْ مِنْ كُلِّ فَرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَهَمُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾..... سو کیوں نہ نکالا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جب کہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف کہ وہ بچتے رہیں۔ (شیخ الہند) اذعان و یقین کے بعد تبلیغ وہی موثر ہوگی کہ خود ہماری زندگی اس کے مطابق ہو، جب آدمی خود چور ہو تو اوروں کو چوری سے کیسے منع کر سکے گا، جب ہم لوگوں کو انکار حدیث کی برائیاں بیان کریں گے، اور منکر حدیث پر دیر کو کافر کہیں گے اور خود داڑھی کاٹنے ہوں، خلافت سنت کام کرتے ہوں تو لوگ کہہ سکیں گے کہ خود تم بھی تو حدیث پر عمل نہیں کرتے عملاً منکر حدیث ہو تو ایسی تبلیغ کب موثر ہوگی؟

علم کے بعد یہ فرائض جب صحیح طور پر ادا کئے جائیں گے تو خدا کی عنایت، فضل و کرم اور مہربانیاں شامل حال ہوتی ہیں اور احسانات ربانی کا فیضان ہوتا ہے، ایسے عالم کے درجات بہت بڑے ہیں۔

علامہ حق کے درجات:..... حدیث شریف میں آتا ہے کہ ”جو عالم اللہ کی رضا کے لئے بلا کسی غرض و لالچ کے علم کی تحصیل کرتا ہے اور اسے پھیلاتا ہے تو سمندر کی مچھلیاں، زمین کی چیونٹیاں، وحوش و طیور اور حشرات الارض اس کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں“ اور اگر علم کا حصول دنیاوی اغراض نام و نمود کے لئے ہو تو وہ شخص بلاشبہ الجسم بلجسم من النار کا مستحق ہوگا، اور اس کے لئے عذاب بھی شدید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں طالب علم کا درجہ اتنا اونچا ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کی راہ میں اپنے پر بچھاتے ہیں، حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قلیلہ مراد کے ایک صاحب حاضر ہوئے، غالباً صفوان ان کا نام ہے، علم حاصل کرنا ان کا مقصود تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت سنائی کہ ایسے لوگوں پر رحمت کے فرشتے سایہ لگاتے ہیں اور فرشتوں کے اوپر اور فرشتے سایہ کئے ہوئے ہوتے ہیں اور اسی طرح آسمان تک فرشتوں کے پرے لگ جاتے ہیں، فرشتوں کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ طالب علم پر جو رحمت خداوندی نازل ہو رہی ہے، ہم خود بھی اس سے فیضیاب ہو جائیں، یہ رحمت خداوندی نہیں تو اور کیا ہے کہ طالب علم کو بظاہر کوئی فکر نہیں ہوتی، نہ روٹی کی، نہ کپڑے کی، رزق سے اللہ تعالیٰ نے مستغنی کر دیا ہے۔

تبلیغ کے لئے عملی نمونہ..... میرے بھائیو! دنیا کی کوئی فکر نہ کرو، نہ روٹی نہ معاش کی، اللہ غفور الرحیم اور رزاق ہے، اب تک جس ذات اقدس نے یہ سب کچھ مہیا کیا وہ آئندہ بھی دے گا، ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں کہ اس میں تمہارا اہم کام دین کی حفاظت کرنا ہے، اسے سمجھنا اور اس طرح حاصل کرنا کہ خود دنیا کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور عمل پیدا ہونے کے بعد اوروں کی اصلاح کریں، پچھلے دنوں ایک طالب علم مدرسہ آئے، پہلے کالج پڑھتے تھے، داڑھی مونچھے صاف بھگر چند دن مدرسہ میں رہنے کے بعد اصلاح قبول کی اور وہ یکسر بدل گئے، وضع قطع سنت کے مطابق بنائی، میں کچھ عرصہ بعد ان کے علاقہ میں گیا، لوگ اس تبدیلی پر بہت حیران تھے، اس سے متاثر تھے اور سب اس کی عزت کرتے تھے، ایک طالب علم کے عمل سے وہاں کے لوگوں کو مدارس سے محبت اور علم دین کی طرف رغبت پیدا ہوئی، ایک طالب علم نے عمل سے پورا علاقہ متاثر ہوا، اگر ہم اپنا ماحول دیندار کر لیں تو ہمارا ملک دیندار بن سکتا ہے، ہم میں اتباع سنت ہو، اخلاق و عادات میں قرآن وحدیث کی پیروی ہو تو سارے ملک کی اصلاح ہو جائے گی، ایسے نازک وقت میں ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہئے۔

تحقیق دریسرچ کے نام سے ایجاد و تحریف دین..... ابھی تھوڑی دیر قبل مجلس میں ذکر ہو رہا تھا کہ ملک میں گمراہی اور الحاد کا ایک سیلاب تیزی سے آرہا ہے، سب اسلامی حکومتوں کا رجحان بے دینی اور بے حیائی کی طرف ہے، ہمارا ملک ہو یا ایران، ترک ہوں یا انڈونیشیا سب یہ چاہتے ہیں کہ ہم صرف اسلام کا نام تو استعمال کریں کہ بعض مواقع میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور اس سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، باقی عملاً کوئی پابندی نہ ہو، شریعت سے آزادی ہو، جو اجائز ہو، زنا، بے پردگی عام ہو، داڑھی منڈوانا جائز ہو، شراب حلال ہو، سود کا کاروبار جاری ہو اور جو بھی ممنوع اور حرام کام کریں، اسلام کا لیبیل اس پر لگا ہو، حکومتوں نے اس مقصد کے لئے مستقل ادارے قائم کئے ہیں جو اسلام کے تفقہ اجماعی محرکات کے بارے میں ریسرچ اور تحقیق کر رہے ہیں کہ موجودہ سود کی حقیقت حرام شدہ سود سے الگ ہے، وہ رہا تھی اور یہ تو جائز منافع ہے (معاذ اللہ) موجودہ شراب اس زمانے کا شراب نہیں کیونکہ مشینوں سے اس کے مضر اثرات ختم کر دیئے گئے ہیں، یہ تو شراب مصفی ہے، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ علماء و طلبہ کی یہ جماعت اور یہ مدارس قطعاً نہ ہوں کہ ان کے الحاد و زندگی

مخالفت کرنے والے نہ رہیں اور اور ان پر تکبر کرنے والے لوگ ختم ہو جائیں، سب اسلامی ملکوں کی یہ حالت ہے، یہاں تو پھر بھی حالت قدرے اچھی ہے اور یہ برکت ہے ان مدارس کی، اللہ تعالیٰ مولانا نانوتویؒ کی قبر پر رحمتوں کی بارش برسا دے کہ انہوں نے عین موقع پر علم کی ایک شاخ لگا دی، اگر یہ دینی مدارس نہ ہوتے تو یہاں کا نقشہ بدل گیا ہوتا، وین مٹ جاتا، اب ان لجنہ کی سمجھ میں نہیں آتا..... کہ مدارس عربیہ اور علماء و طلباء کا یہ جال جو پھیل رہا ہے کس طرح اس کا مقابلہ کریں اور اب رجال دین کے ذریعے نہیں بلکہ ریسرچ اور تحقیق تصنیف و تالیف کے ذریعے دین پر ان کی یلغار ہے، تو ہمیں چاہئے کہ اس کے مقابلے کے لئے بھی تیاری کریں کہ اصل اسلام محفوظ ہے اور دین میں یہ لوگ تحریف نہ کر بیٹھیں۔

دہریت کا مقابلہ:..... اندرون ملک ان فتنوں کی سرکوبی کے علاوہ دوسرا سیلاب دہریت کا ہے، کفار کہتے ہیں کہ اسلام و مذہب کی ضرورت نہیں، چین اور روس وغیرہ ہیں اور ہمارے ملک کو دہریت کا یہ خطرہ بھی درپیش ہے، امریکہ و برطانیہ ان دہریوں سے بھی زیادہ خبیث ہیں، ہمیں آنے والے دور میں عقائد کا تحفظ کرنا ہے، باہر دنیا کو بتلانا ہے کہ اس عالم انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کا وجود اور وحی ضروری ہے، بغیر اس کے نجات نہیں ہو سکتی، قیامت کا دن اور حساب و کتاب حق ہے، وحدانیت خداوندی اور رسالت محمدی حق ہے، اب اسلام کی حفاظت کے لئے تو اور مخلوق نہیں آئے گی ہمیں یہ کام سنبھالنا ہے، گونگی امداد ضروری ہے۔

﴿ان تنصروا اللہ ينصرکم﴾..... اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

ایسے حالات میں اگر ہماری حالت خود خراب ہو یا ہمیں جنگ و جدال اور فردی مسائل پر مار پیٹ میں لگے رہیں تو یہ کام کس طرح ہوگا، اہل باطل جو انگریزوں کے شاگرد ہیں، تو یہی چاہتے ہیں کہ علماء آپس کے جھگڑوں میں پھنسے رہیں جس طرح بنو عباس کے دور میں حکومت نے علم کلام کے جھگڑوں میں علماء کو مشغول رکھا، تاکہ نصب العین ان کی نظروں سے اوجھل ہو جائے، اور اہل باطل کو یلغار کا موقع ملے۔

ادب:..... اساتذہ اور منتظمین مدرسہ تمہارے دشمن نہیں ہوتے، اساتذہ تمہارا روحانی باپ ہے، حضرت علیؑ کا ارشاد ہے، ”من علمنی حرفاً فهو مولای“ کہ جس نے مجھے ایک حرف سکھایا، وہ میرا مالک ہے، چاہے مجھے فروخت کرے یا غلام رکھ لے، استاد کی محبت اور احترام حصول علم کی اولین شرط ہے، امام سرخسیؒ کہیں باہر گئے، وہاں کے سب تلامذہ ان سے ملنے آئے ایک شاگرد نہ آئے اور جب ان کے جاتے وقت ملنے آئے تو معذرت ظاہر کی کہ میری والدہ بستر مرگ پر تھیں، اس لئے نہ آ سکا۔

امام سرخسیؒ نے فرمایا کہ اس شخص کی عمر زیادہ ہوگی، مگر علم میں برکت نہیں ہوگی۔ امام صاحبؒ نے بددعا نہیں کی لیکن خاصیت تلاوی کہ والدین کی خدمت سے عمر میں اور اساتذہ کے ادب سے علم میں برکت اور اضافہ ہوتا ہے، چنانچہ اس شخص کو ایک سو بیس برس کی عمر ملی، مگر کسی کو فیض نہ پہنچا، میں خود یونہی بند میں تھا تو زمانہ طالب علمی میں حضرت شیخ مدنیؒ کے

ہاں بعض اوقات ان کی خدمت کے لئے جایا کرتا اور پاؤں دباتا، بعض ساتھی ہنستے کہ یہ چالپوسی کرتا ہے، مگر یہ ان بزرگوں کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ مجھ نالائق انسان سے بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ کام دین کا لیا، اور توفیق دے رہے ہیں، ان میں سے اور کئی ساتھی تھے جو اس راستہ کو چھوڑ چکے ہیں تو علم سارا ادب ہی ادب ہے، دین کا ادب اساتذہ اور علم کا ادب۔

جو شفیق اساتذہ گھر بار چھوڑ کر تمہاری تعلیم میں شب و روز مصروف ہیں، وہ تمہارے بدخواہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر برائی سے منع کرتا ہے تو تمہاری خیر خواہی کے لئے، ہاں اگر بالفرض استادنا جائز کہتو ”لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق“ جسمانی والدین کا جتنا احترام ہے کہ انہیں درشت جواب بھی نہ دو اور نرم کلامی اختیار کرو، وہی احترام روحانی باپ کا بھی کرنا لازمی ہے، اور اس کے احکام کی تعمیل ضروری ہے۔

وضع قطع سنت کے مطابق:..... بھائیو! باطل قومیں اپنی ثقافت اور یونیفارم کی حفاظت کے لئے جان دے دیتی ہیں، قوم کی قوم متباہ ہو جاتی ہے، مگر یونیفارم کو نہیں بدلتے، مرزا بے دل فارسی کا مشہور شاعر تھا، ایران سے علماء آئے، دہلی میں مرزا بیدل سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، اس کا چرچا انہوں نے سنا تھا، جب اسے دیکھا تو حیران ہوئے کہ اتنی بڑی شہرت اور داڑھی صاف، متعجب ہو کر کہنے لگے کہ ”ایں مرزا بیدل است ریش رami تراشد؟“ تو اس نے کہا کہ ”بلے ریش رami تراشد مگر دل کسے رانی خراشد؟“ آج کل بھی یہی کہا جاتا ہے کہ داڑھی منڈوائی تو کیا دل تو صاف ہے اور محبت نے لبریز ہے، وہاں بھی ایسا کہا گیا کہ داڑھی تراشتے ہیں مگر کسی کا دل نہیں دکھاتے، ایرانی علماء نے فقرہ چست کیا کہ ”لکن دل رسول اللہ رami خراشد؟“ مرزا بیدل کے دل پر اس جملہ کا اتنا اثر ہوا کہ تڑپ گئے، سوچنے لگے کہ یہ کیسی محبت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہا ہوں اور اس کے دل کو زخمی کرتا ہوں، کہا جاتا ہے کہ اس شدت احساس کے غم میں تیسرے دن انتقال کر گئے۔

بھائیو! یہاں باہر سے لوگ آتے رہتے ہیں، خود داڑھی منڈے بھی ہوں مگر تمہاری صورت اور سیرت کو اچھی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں، اور جب ہماری شکل علماء و طلباء کی طرح نہیں ہوگی تو وہ متنفر ہوں گے، کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ حدیث پڑھتے ہیں مگر ان پر اثر نہیں ہوتا، علماء و فقہاء کا اجماع ہے کہ داڑھی منڈانے والا شخص فاسق ہے، گو اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے مگر مکروہ ہے، اور اس کی گواہی قبول نہیں جو لوگ فقہ اور حدیث کے ان تصریحات کو نہیں مانتے، وہ پرویزی اور منکرین حدیث ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عمل سے داڑھی کی حد مقرر فرمائی ہے اور مٹھی سے کم کرنا جائز نہیں۔

اسی طرح رہتے سہنے میں صفائی کا خیال رکھیں، کمرہ کو صاف رکھیں، کپڑے صاف رکھیں، گندی جگہ پر رحمت کے فرشتے نہیں آتے، اور مدرسہ کی کسی چیز کا ناجائز استعمال حرام ہے، مدرسہ کے تمام انتظامات آپ ہی کے آرام و راحت کے لئے ہیں، اب سب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام عادات و اطوار، اخلاق اور علم و عمل کو شریعت و سنت کے مطابق بنادے اور ہمیں علماء حق کی راہ پر چلنے کی توفیق ہو۔